مخاصمہ کا قرآنی اسلوب

شاہ ولی اللہ، سید مودودی اور مولانا اصلاحی کی تعبیرات کے تناظر میں

فریدہ یوسف*

Abstract:
Shah Walliullah Dehelvi of sub-continent has worked on science of tafseer. His work was recognized by the scholars came after him.Two names in this context are very prominent: Moulana Abulala Maudadi and Moulana Amin Ahsan Islahi. Shah walliullah has devided the themes of Qur'an into five categories. Of these the most important is "ilm-ul-makhasma" meaning discussion, dialogue, argument and discourse. In this article the views of the above mentioned three scholars(on the topic under discussion) are compared.The paper argues that the same method as used by the Holy Quran can be adopted by us for the inter-faith dialogue.

برصغیر کے تفسیری ادب میں شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳۔۱۷۶۳ء) کا نام خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ علم اصول تفسیر جس کی بنیاد ساتویں صدی عیسوی میں پڑی (۱)۔ برصغیر میں شاہ ولی اللہ اور ان کے متاخرین نے اس علم کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا۔ شاہ صاحب نے علمِ اصول تفسیر پر ایک مختصر رسالہ فارسی زبان میں ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' کے نام سے تحریر کیا۔ شاہ صاحب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر کے بارے میں اپنے فہم کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی عطاء قرار دیتے ہیں اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اس مختصر رسالے کے فہم سے اللہ تعالیٰ طالبان علوم قرآن پر فہم قرآن کے دروازے کھول دے گا (۲)۔ اس رسالہ میں انہوں نے باب اول میں مضامینِ قرآن کو پانچ علوم میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ علمِ احکام
۲۔ علمِ مخاصمہ
۳۔ علم تذکیر بآلآءِ اللہ
۴۔ علم تذکیر بایّامِ اللہ
۵۔ علم تذکیر بموت و مابعد الموت

* لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

شاہ صاحب کے بعد اس میدان میں کام کے لئے راستے کھل گئے ۔عصرِ حاضر میں سید ابو الاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳۔۱۹۷۹ء) اور مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۰۴۔۱۹۹۷ء) نے بھی اس کام کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنی تفاسیر کے مقدموں میں ان اصولوں کا ذکر کیا ہے جو تفسیر لکھتے ہوئے ان کے پیشِ نظر رہے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے عنوانات اور گروپس نہیں بنائے ، بلکہ مضامین قرآن کی مرحلے وار تقسیم کی اور ایک بنیادی مقصد ''اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد'' کو قرار دے کر اس کے تحت وقت اور حالات کے لحاظ سے نازل ہونے والی آیت کی تقسیم کی ہے؛ تاکہ قرآن پڑھتے وقت تحریک کے تمام مراحل قاری کے سامنے آتے چلے جائیں (۳)۔

اسی طرح سید صاحب نے ہر سورہ کے تعارف میں سورہ کے مضامین کو واضح کیا اور پھر قرآن کی تفسیر کے دوران بھی ان نکات پر روشنی ڈالی۔

مولانا اصلاحی نے قرآنی مضامین کے عنوانات کے بجائے مسلسل سورتوں پر مبنی گروپس کا تعین کیا اور ہر گروپ کا ایک عنوان تجویز کیا ہے۔اور اگر ایک گروپ کے علاوہ کچھ آیات و سور اس گروپ کے موضوع سے متعلق پائی گئی تو ان کو اس گروپ میں شامل قرار نہیں دیا۔ بلکہ غالب مضمون کی مناسبت سے ان کا عنوان متعین کیا (۴)۔

درج بالا تبصرے سے یہ بات نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ تینوں مفسرین نے تبلیغ کے ضمن میں اعلان حق اور تردید باطل کے لئے وارد ہونے والی آیات کو بنیادی حیثیت دی اور اپنے اپنے طرز فکر کے مطابق نتائج اخذ کئے ہیں مگر تینوں کا نہج استدلال مختلف ہونے کے باوجود اپنی اپنی جگہ مفید ہے۔تینوں مفسرین کے طرز فکر کو درج ذیل اصطلاحات سے واضح کیا جا سکتا ہے

ا۔ موضوعاتی ترتیب:

شاہ صاحب کی تقسیم ان تمام آیات کو یکجا کر دیتی ہے جو اس خاص گروہ سے متعلق ہیں۔خواہ وہ انکے کسی پہلو سے متعلق ہوں، خواہ وہ سورتوں کی ترتیب کے اعتبار سے کسی بھی نمبر پر ہوں یا وہ مکی و مدنی کسی بھی دور سے تعلق رکھتی ہوں۔اس سے ایک موضوع منضبط صورت میں سامنے آتا ہے۔

ب۔ نزولی ترتیب:

سید مودودی حالات و تقاضا کی رعایت کو سامنے رکھ کر تفسیر کرتے ہیں اور مکی و مدنی ادوار میں نازل ہونے والی آیات

کو تین مراحل میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہر ہدایت کے معروضی تقاضا اور درپیش حالات کا علم اس کے مدعا کو مبرھن کر دیتا ہے۔ یہ چیز بھی فہمِ قرآن کے لئے مفید ہے۔لہٰذا جس مضمون کو شاہ صاحب نے اپنے انداز سے بیان کیا سید مودودی نے اس موضوع کو تائیدی و تردیدی دلائل کو بنیادی حیثیت دے کر بیان کیا۔

ج۔ توقیفی ترتیب:

مولانا اصلاحی کی تقسیم ایک تو قرآن کی ترتیب توقیفی (۵) کے اعتبار سے مفید ہے۔دوسرے ان کی تقسیم سے نظمِ قرآن کا ظاہر و مخفی پہلو اور سورتوں کا زوج زوج ہونا قابلِ فہم بن جاتا ہے۔اس مقصدِ عظیم (سہولتِ فہم) کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا سورتوں کی گروپنگ کرتے ہیں اور گروپ کا موضوع اس مضمون کو قرار دیتے ہیں جو تمام سورتوں میں غالب مضمون کی حیثیت رکھتا ہو۔لہٰذا بعد کے کسی گروپ میں وہ مضمون اگر مل جائے تو وہاں اس کو ضمنی حیثیت سے بیان کر دیتے ہیں۔اسکی مثال یہ ہے کہ مولانا نے بنیادی احکام اور معاملات پر مشتمل سورتوں کو شریعت گروپ کے نام سے موسوم کیا۔اس گروپ کی سورہ النساء میں نکاح طلاق وغیرہ کے مسائل ہیں۔طلاق کے مسائل پر مشتمل ایک اور سورہ بعث ونشور گروپ میں بھی شامل ہے۔لیکن وہ سورہ شریعت گروپ میں شامل ہونے کی بجائے بعث ونشور گروپ کا حصہ ہے۔مولانا اصلاحی نے مشرکین سے متعلقہ آیات کو نبوت گروپ کے نام سے موسوم کر کے ان تمام ہدایت کو انبیاء کی زبانی بیان کی۔اگرچہ مشرکین کے معاملے میں اسی موضوع کو ملت ابراہیمی کی تاریخ کے حوالے سے بتایا، جبکہ شاہ صاحب نے مفاسد کو بنیادی حیثیت دے کر بیان کیا تھا۔

ہمارے پیش نظر شاہ صاحب کے مضامینِ قرآن کی ترتیب میں علمِ مخاصمہ کا تقابلی مطالعہ ہے۔اس ضمن میں سید مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کے نظریات کو زیر بحث لا کر شاہ صاحب کے نقطہءِ نظر سے ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا ۔

مخاصمہ کا لفظ ''خصم'' سے نکلا ہے۔ابن منظور نے لکھا ہے:

''الخصومه الجدل ..خاصمه، خصاما ، مخاصمه ،غلبه بالحجه.وقوله عزوجل :هٰذان خصمان اختصموا فى ربهم.قال الزجاج:عنى المومنين والكافرين.وكل واحد من الفريقين خصم ''(۲)

ابن منظور نے اس کا مطلب دلیل کے ساتھ غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا لیا ہے۔اور دلیل کے طور پر

آیت ذکر کی ہے جس میں رب کے معاملے میں دلائل سے بحث کا مفہوم ملتا ہے۔امام راغب نے لکھا ہے
''مخاصم کو خصم کہا جاتا ہے۔۔۔اصل میں خصم کے معنی کنارہ کے ہیں اور مخاصمت کے معنی ایک دوسرے کو کنارہ سے پکڑنے کے ہیں''(۷)

سورہ نساء کی آیت نمبر۱۰۵ کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی لکھتے ہیں:

''قال الواحدی خصمک الذی یخاصمک وجمعه الخصماء واصله من الخصم وهو ناحیة الشئی وطرفه والخصم طرف الزاویه وطرف الشفار وقیل للخصمین خصمان ۔ لان کل واحد منهما فی ناحیة من الحجة والدعویٰ وخصوم السحابة وجوانبها''(۸)

واحدی کے حوالے سے امام رازی نے بھی اس کا مطلب بات کا کنارہ لیا ہے۔یعنی دو فریقوں میں سے ہر ایک اپنے دعوے کے لئے دلائل اور حجت کے کنارے پر ہو۔اسی طرح سورہ النمل میں ارشاد ہے:

''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۔ اَنِ اُعْبُدُوْا اللّٰه فَاِذَاْهُمْ فَرِیْقَانِ یَخْتَصِمُوْن ''(۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو اس پیغام کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا کہ لوگو اللہ کی بندگی کرو۔تو وہ دو فریق بن کر آپس میں جھگڑنے لگے۔

یعنی دونوں اپنے اپنے نقطہ ءِ نظر پر انتہائی شدت کے ساتھ قائم ہو گئے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں:

''اما حوله (یختصمون)فالمعنی ان الذین اٰمنوا انما الا انهم نظروا فی حجة فعرفوا صحتها واذاکان کذٰلک فلان وان یکون خصما لمن لم یضلها واذا کان هٰذا الاختصام فی باب الدین دل ذٰلک علیٰ ان الجدال فی باب الدین حق وفیه ابطال التقلید ''(۱۰)

شاہ صاحب کے مطابق مخاصمے کا انداز ایک تو یہ ہے کہ صرف ان کے باطل عقائد کو بیان کیا گیا ہے، پھر انکی

برائیاں واضح کی گئی ہیں اور انکے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ دوسرے ان کے شبہات کو بیان کیا گیا ہے اور منطقی اور خطابی دلیلوں سے ان کا رد کیا گیا ہے(۱۱)۔

مخاصمہ کا مطلب مولانا امین احسن اصلاحی نے سورہ یٰسن کی آیت نمبر ۴۹ کی تفسیر میں بحث لکھا ہے (۱۲) اسی طرح سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۰۵ کی تفسیر میں میں لکھا ہے:

''خصم اور مجادلہ کے معنی اچھے اور برے دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی بحث، جھگڑا، کٹ حجتی اور اعتماد و تذلل کی بنا پر شکوہ اور اصرار و الحاح کی بنا پر سفارش انہی دوسرے معنوں میں سورہ مجادلہ میں یہ لفظ استعال ہوا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کا قوم لوط کے لئے مجادلہ بھی انہیں معنوں میں ہے'' (۱۳)

گویا کہ مولانا اصلاحی کے مطابق مخاصمہ اور مجادلہ قرآن مجید میں مترادف اصطلاحات کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ سورہءِ مجادلہ میں حضرت خولہ کے جس مجادلے کا ذکر ہے اس کی نوعیت بھی اپنی بات اصرار کے ساتھ منوانے کی ہے۔ گویا کہ عصر حاضر میں مخاصمہ کے مفہوم کو محاورہ اور مکالمہ کے مفہوم سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ امام راغب نے محاورہ کے ضمن میں لکھا ہے:

''المحاورہ والحوار ایک دوسرے کی طرف کلام لوٹانا۔ اسی سے تحاور نکلا ہے (۱۴)''

محاورہ کے لفظ کے مخاصمہ کے مفہوم میں استعمال ہونے کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ارشاد ہے:

''قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَکِیْٓ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا اِنَ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْر'' (۱۵)

(بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ ﷺ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑا کر رہی تھی اور اپنے غم کی شکایت اللہ سے کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی بات سن رہا تھا بے شک اللہ بہت خوب سننے والا اور جاننے والا ہے)۔

اس آیت میں اللہ نے پہلے حضرت خولہ کے انداز بیان کو مجادلہ قرار دیا اور پھر حضرت خولہؓ اور حضرت محمد ﷺ کی گفتگو کو محاورہ قرار دیا۔ امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''والمحاورہ المراجعه فی الکلام من حار الشئی یحور

حورا ۔ ای رجع یرجع رجوعاًومنہ ”نعوذ باللہ من الحور بعد الکور ومنہ فما احار بالکلمہ ۔ ای فما اجاب “(۱۶)

امام رازی کی تصریح کے مطابق یہاں محاورہ مخاصمہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس میں نرمی، اصرار و الحاح اور زاری اپنے مؤقف کے حق میں دلائل دینے کا مفہوم شامل ہے ۔ اسی طرح سورہ کہف میں ارشاد ہے

”قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا“(۱۷)

(اس کے ساتھی نے بحث کرتے ہوئے اس سے کہا کیا تم نے اس ذات کا انکار کیا جس نے تم کو مٹی سے بنایا ، پھر پانی کی بوند سے پھر تم کو ایک مرد بنا کر کھڑا کیا)۔

اس آیت میں دو مختلف عقائد و نظریات رکھنے والوں کے درمیان دلائل کے ساتھ بحث کا تذکرہ ہے اور فریقِ مخالف کو قائل کرنے کی کوشش ہے جس کو قرآن مجید نے محاورہ کے لفظ سے ذکر کیا ہے ۔ اس آیت کی تفسیر میں امام زمخشری نے لکھا ہے:

” یرجعه الکلام من حار یحور اذا رجع وسئلته فما احار کلمة “(۱۸)

امام زمخشری کی تصریح سے بھی امام رازی کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے اور اسی بات کا دیگر کئی مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے ۔ یہ مخاصمہ کا قرآنی منہج ہے ۔ دیگر فرقوں کے ساتھ دلائل کے تبادلے اور گفت وشنید کو قرآن مجید نے اس انداز میں بیان کیا ہے ۔

مخاصمہ کا قرآنی منہج :

قرآن مجید کے اس موضوع کو خاص طور پر شاہ ولی اللہ نے اصولی انداز میں پیش کیا ہے ۔ لکھتے ہیں

”وبالجملہ چوں قرآن بخوانی گمان مکن کہ مخاطبہ بود کہ بودندن دور گزشتند بلکہ بحکم حدیث (لتتبعن سنن من قبلکم) ہیچ بلائے نبود دیگر امفو زنمونہ آں موجودست پس مقصود اصلی بیان کلیات آں مقاصدست نہ خصوصیات آں حکایات ایں ست “(۱۹)

(جب آپ قرآن کی تلاوت کرنے بیٹھیں تو یہ ہرگز مت سمجھئے کہ یہ سب کچھ کسی ایسی قوم سے خطاب ہے جو کسی زمانے میں موجود تھی اور اب فنا ہو گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث اپنے سامنے رکھیں کہ تم بھی گذشتہ لوگوں کے راستے پر چلو گے۔ اور یقین کیجئے یہ آج دین میں ایسی کوئی آفت نہیں ہے جس کا نمونہ پہلے سے موجود نہ ہو۔ لہٰذا جو باتیں کل کہی گئی تھیں ان کی حقیقت آج بھی اسی طرح موجود ہے۔ لہٰذا تفسیر کا اصل مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اصل اصول اور ان کے حقیقی مقاصد کو بیان کیا جائے ورنہ ان حقایات کو دہرانے اسے کچھ حاصل نہیں)۔

حدیث مبارکہ کے حوالے سے شاہ صاحب قرآن مجید کی آیات مخاصمات کی روشنی میں اس سے ہدایات اخذ کرنے کی ہدایت کرتے ہیں اور مخاصمہ کے موضوع کی اصولی حیثیت کو واضح کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کے مطابق قرآن مجید میں اس عنوان کے تحت اس وقت کے چاروں گمراہ فرقوں سے دو طرح سے مخاصمہ کیا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''درقرآن مجید با چہار فرقہ ضالہ مخاصمہ واقع شدہ است مشرکین و یہود و نصاریٰ و منافقین و ایں مخاصمہ ہر دو قسم است یکے آنکہ آں عقیدہ باطلہ را بیاں کنند و تنصیص نمایند و بر شناعت او رد برآں انکار کنند پس و دیگر آں کہ شبہات ایشاں تقریر نمایندہ آں را با ادلہ برہانیہ یا خطابیہ حل نمایند''(۲۰)

(قرآن مجید میں مشرکین، یہود، عیسائی اور منافقین چار گمراہ فرقوں سے مخاصمہ کیا گیا ہے۔ اس مخاصمہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو صرف ان کے باطل عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔ پھر ان کی برآئیاں بیان کی گئی ہیں اور ان کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ دوسرے ان کے شبہات کو بیان کیا گیا ہے اور منطقی اور خطابی دلیلوں سے ان کا رد کیا گیا ہے)۔

ذیل میں عہد نزولِ قرآن کے فرقوں سے مخاصمہ کو ان مفسرین کی تعبیرات کی روشنی میں ذکر کیا جائے گا

1 مشرکین سے مخاصمہ:

قرآن مجید میں چار گمراہ فرقوں کے حوالے سے جو آیات آئیں ہیں سب سے پہلے ان میں مشرکین کا ذکر آتا ہے۔

1.1 شاہ صاحب نے اپنے رسالہ میں مشرکین کے عقائد بیان کئے ہیں۔ پھر ملتِ ابراہیمی کا اصلی شعار واضح کیا کہ اصل دینِ ابراہیمی کن کن امور پر مشتمل تھا جن کو مشرکین نے ترک کرکے کیا کیا گمراہیاں اختیار کرلیں۔ دینِ ابراہیمی کے بنیادی عقائد کی وضاحت کی لیکن مشرکین نے ان امور کے متعلق گمراہی کی جو صورتیں پیدا کرلی تھیں؛ ان کی ایک ایک کرکے نشاندھی کی اور مثالوں سے وضاحت فرمائی۔ شرک، تشبیہ (۲۱)، تحریف (۲۲) اور عقیدہ ءِ رسالت و قیامت کے متعلق مشرکین کی گمراہی کی صورتیں بیان کیں اور پھر موجودہ زمانے سے بھی اس کی مثال فراہم کی (۲۳)۔

شاہ صاحب قرآن میں بیان کی جانے والی خرابیوں کا اطلاق موجودہ معاشرے کی خرابیوں پر کرکے ان کی نشاندھی بھی کرتے ہیں اور پھر ان کے حل بھی تجویز فرماتے ہیں۔ شاہ صاحب نے اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ پھر ان بدعقیدگیوں کا جواب بھی مختلف طریقوں سے دیا گیا ہے اور ایک ایک کرکے ان کے شبہات کو دور کیا گیا ہے۔ ہر ممکن طریقے سے اپنے نظریات کا اثبات کیا گیا ہے۔ مثلاً شرک کے حوالے سے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''ایں مشرکان در خلق جواہر و تدبیر امور عظام ہیچ یک را شریک نمے دانستند و چوں خدائے تعالیٰ بر کارے ابرام فما یک ہیچ یک را قدرت ممانعت اثبات نمے کردند بلکہ اشتراک ایشاں در امور خاصہ بہ بعضے بندگان'' (۲۴)

(یہ مشرک کارِ تخلیق میں یا عظیم امور کی تدبیر و تصرف میں کسی کو بھی خدا کا شریک نہیں مانتے تھے۔ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اسکی راہ میں حائل ہونے والا کوئی نہیں۔ بلکہ ان کا شرک صرف ان امور کے متعلق تھا جو بعض بندوں کے ساتھ مخصوص تھے)

شاہ صاحب نے یہ واضح کیا ہے کہ قرآن مجید میں شرک کا جواب چار طریقوں سے دیا گیا ہے لکھتے ہیں:

''پس جواب اشراک اولاً طلب دلیل است و نقض تمسک بہ تقلید آباء وثانیاً عدم مساوات ایں بندگان با خدائے تبارک و تعالیٰ واختصاص خدا باستحقاق غایت تعظیم بخلاف ایں بندگان وثالثاً بیان اجماع انبیاء بریں مسئلہ (وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدونِ) ورابعاً بیان شناعت عبادت اصنام وسقوط

احجار از مراتب کمالات انسانیہ ۔ فکیف مرتبہ
الالوھیہ وایں جواب مسوق ست برائے قومی کہ
اصنام را معبود لذاتہٖ انگارند"(۲۵)۔

شاہ صاحب نے واضح کیا ہے کہ قرآن مجید میں شرک کے جواب کے لئے درج ذیل حکیمانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے

(الف) پہلے مشرکین سے ان کے عقائد کی صحت کی دلیل طلب کی گئی ہے۔ان کے عقیدے کا ان کے آباء کے عقیدے کے خلاف ہونا ثابت کیا گیا ہے جس کی پیروی کا وہ دعویٰ کرتے تھے۔جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے

"اِنَ اِبرَاھیمَ کَا نَ اُمّۃَ قَانِتَا للّٰہ حَنِیفَا۔وِلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِین(۲۶)۔

ترجمہ: (یقیناً ابراھیم اپنی ذات میں ایک پوری امت تھا اللہ کا مطیع وفرمان سب سے کٹ کر اللہ کا ہو رہنے والا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا)۔

(ب) پھر یہ بتایا ہے کہ مشرکین کے مزعومہ خداؤں اور باری تعالیٰ میں کسی قسم کی مشابہت اور مساوات نہیں ہے،لہٰذا انتہائی درجہ کی تعظیم کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

"قُل اَرَءَ یتُم شُرَکَاءِ کُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُونَ.......اِلَّا غُرُورَا"(۲۷)

(اے نبی ان سے کہو کبھی تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا بھی ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے بتاؤ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے یا ان کی کوئی شرکت آسمانوں میں ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب عطاء کی ہے جو ان کے اس بطور سند ہو،نہیں،حقیقت میں یہ ظالم ایک دوسرے سے محض جھوٹا وعدہ کرتے ہیں)۔

(ج) تیسرے یہ بتایا گیا ہے کہ گذشتہ زمانے کے انبیاء اور مرسلین بھی عقیدہ ءِتوحید پر متفق رہے ہیں۔

'وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَسُولِ اِلَّا نُوحِیَ اِلَیْہِ اَنَّہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُونِ"(۲۸)

(اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کے پاس وحی بھیجتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے سو میری ہی عبادت کرو)۔

(د) چوتھے ان سے بتوں کو پرستش کی برائیاں بیان کی گئی ہیں اور یہ واضح کیا کہ لکڑی اور پتھر کے بت تو انسانی شرف وکمال کے مقابلے میں بھی انتہائی ہیچ ہیں پھر وہ خدائی مرتبہ کے لائق کس طرح ہوسکتے ہیں۔ارشاد ہے

”وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيمُ لِاَبِيهِ اٰذَرَ اَتَتَخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْ اَرٰكَ وَ قَوْمَكَ فِی ضَلَالٍ مُبِيْنٍ“(۲۹)

(اور جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا آپ بتوں کی پوجا کرتے ہیں میں آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں)۔

بتوں کے بعض پوشیدہ قوتوں کے نمائندہ ہونے کی بھی نفی کی گئی ہے۔اسی طرح تشبیہ، تحریف، حشر ونشر کو محال سمجھنے اور رسالت پر انکے اعتراض کے بارے میں شاہ صاحب نے واضح کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک گمراہی پر پہلے ان کے عقائد کی ان سے دلیل طلب کی گئی ہے، پھر انکی ایک عام اور معروف دلیل: تقلیدِ آباء کے ساتھ بھی اس کی عدم مطابقت ثابت کی ہے ان کے وارد کئے ہوئے اعتراضات اور شبہات کے جوابات دئے گئے ہیں۔آفاق اور انفس کے دلائل سے ان کے غلط مزعومات کی تردید کی اور اپنے درست نظرئے کے اثبات کے لئے دلائل دئے۔ خوفِ طوالت سے ہر ہر غلط عقیدے کی مثال بیان نہیں کی جا رہی۔

1.2 سید مودودی کی تقسیم کے مطابق قرآن مجید ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔اور وقت اور حالات کی مناسبت اور تقاضے کے پیشِ نظر آیات کا نزول ہوا ہے۔لہٰذا مشرکین کے متعلق موضوعات کی تردید کے لئے انہوں نے جو مقام مناسب سمجھتے ہوئے متعین کیا ہے وہ اس مرحلے کا ہے جس کو وہ دوسرا مرحلہ قرار دیتے ہیں، جبکہ مخالفت شدت اختیار کر چکی تھی۔ یہاں براہ راست خطاب مشرکین سے ہے۔اس سلسلے میں مولانا نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ ”شرک، دعویٰ ءِ خود مختاری، انکارِ آخرت اور تقلیدِ آباء کی بین دلائل سے تردید“ کا ہے۔اللہ کی ذات و صفات میں شرک کی واضح انداز میں نفی کی گئی ہے۔عبادت اور بندگی کو اسی کے لئے خالص قرار دیا گیا ہے۔پھر اللہ کی حاکمیت وقضاء کے مطلق اختیار کو واضح کرتے ہوئے مولانا نے مشرکین کے دعویٰ ءِ خود مختاری کی تردید اس انداز سے کی کہ ہر شخص پر اس دعوے کی بے وقعتی ثابت ہو جائے۔قرآن کے احکامات کی تشریح مولانا نے اس انداز سے کی کہ متوسط درجہ کی عقل وفہم رکھنے والا انسان بھی یہ سمجھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مشرکین کے یہ مزعومات لغو اور بے وقعت ہیں، لیکن مولانا نے اس کو ایک موضوع کی حیثیت سے بیان نہیں کیا بلکہ دعوت کے اعلانیہ دئے جانے کے مرحلے پر پہنچنے کے بعد مخالفین کی ایک ایک غلط روی اور غلط فہمی کی تردید کی گئی ہے۔

دوسرا پہلو اس سلسلے میں مولانا کا ایک دوسرا عنوان ہے ”اعتراضات کے جواب اور الجھنوں کے حل“ اس عنوان کو بھی مولانا نے دوسرے مرحلے میں بیان کیا۔اندازِ بیان کے فرق کے ساتھ دوسرا مضمون بھی پہلے کا حصہ

معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ اعتراض اور الجھنیں انہیں عقائد کے بارے میں تھیں۔ سید صاحب نے اس موضوع کو بیان کرنے والی آیت کی تشریح اس انداز سے کی ہے کہ ایک ایک اعتراض اور الجھن احسن طریقے پر حل ہو جاتی ہے۔ اس موضوع پر آپ کا انداز شاہ صاحب کے مماثل نظر آتا ہے۔ مثلاً سورہ لقمان کی تفسیر کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''اس سورہ میں لوگوں کو دنیا کی لغویت اور نا معقولیت اور توحید کی صداقت و معقولیت سمجھائی گئی ہے اور انہیں دعوت دی گئی ہے کہ باپ دادا کی اندھی تقلید چھوڑ دیں اور کھلے دل سے اس تعلیم پر غور کریں جو حضور ﷺ خدا کی طرف سے پیش کر رہے ہیں۔ کھلی آنکھوں سے دیکھیں کہ ہر طرف کائنات میں اور خود انکے اپنے نفس میں کیسے کیسے صریح آثار اس کی دلیل پر شہادت دے رہے ہیں''(۳۰)

یہاں ایک اور بات قابلِ وضاحت ہے۔ کہ شاہ ولی اللہ نے جہاں پر تقلیدِ آباء کی بات کی ہے وہاں انہوں نے اس کو مثبت معنوں میں لیا ہے اور مشرکین کو یہ باور کرایا ہے کہ تم جو اپنے آباء کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہو تو تمہارا عمل اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ (حوالہ نمبر ۲۵) اور (حوالہ نمبر ۵۵) سے واضح ہے کہ وہ دینِ ابراہیمی کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ گویا کہ آباء (دین ابراہیمی کے پیروکار) کی پیروی تو تمہیں کرنی چاہیے جو کہ تم نہیں کر رہے۔ مگر سید مودودی جب تقلیدِ آباء کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اس کو منفی معنوں میں لیتے ہیں اور وہ قرآن مجید کی آیتوں سے اس کی تردید کرتے ہیں اپنی تشریحات کے لئے جو عنوان وہ قائم کرتے ہیں وہ بھی ان کے نقطہ ءِ نظر کی تائید کرتا ہے۔ مثلاً (تقلیدِ آباء کی بیّن دلائل سے تردید)۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ سید مودودی یہاں پر مشرکین کے غلط عادات وعقائد کو اختیار کئے رکھنے کیلئے تقلیدِ آباء کا سہارا لینے کی نفی کر رہے ہیں، یعنی ان کا نقطہ ءِ نظر یہ ہے کہ جن آباء واجداد کی پیروی کو تم غلط عقائد کے لئے بطور دلیل لاتے ہو وہ دینِ ابراہیمی کے پیروکار تھے ہی نہیں بلکہ وہ خود گمراہ تھے۔

اسی طرح آیت قرآنی ''اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ... كَفَّارٌ''(۳۱) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی اور کی خالص اور بے آمیز بندگی کرتا ہے تو غلط کرتا ہے اسی طرح اگر وہ اللہ کی بندگی کے ساتھ غیر کی بندگی کی آمیزش کرتا ہے تو بھی سراسر حق کے خلاف کرتا ہے۔ دنیا کے مشرکین کبھی اس بات پر متفق ہی نہیں ہوتے کہ اللہ کے ہاں رسائی کا ذریعہ آخر کونسی ہستیاں ہیں۔۔۔ یہ تو ایسا عقیدہ

ہے کہ جو محض وہم، اندھی عقیدت اور اسلاف کی بے سوچے سمجھے تقلید کی وجہ سے
لوگوں میں پھیل گیا ہے۔ اس لئے لامحالہ لوگوں میں اختلاف ہونا ہی ہے"(۳۲)

اس مقام پر غیر اللہ کی عبادت کی دونوں صورتوں میں تردید کی گئی ہے۔ پھر مشرکین کا یہ قول کہ ہم غیر اللہ کی عبادت اللہ کے قرب کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔ مولانا نے قرآن مجید کی رو سے اس کی حقیقت واضح کی ہے کہ غیر اللہ کے اللہ کے قرب کا ذریعہ ہونے کی ضمانت ہی موجود نہیں۔ یہ تو مشرکین کی افتراء پردازی ہے۔ شرک اور توحید میں کسی صورت یکجائی نہیں ہوسکتی۔ قرآن میں بہت سے مقامات پر شرک کی تردید کی گئی ہے اور توحیدِ خالص کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسی طرح سید صاحب نے مشرکین کے دیگر تمام مزعومات اور اعتراضات اور الجھنوں کے حوالے سے سورتوں کے دیباچوں میں تصریحات کی ہیں اور آیات کی تشریحات کے دوران بھی ان سب نکات کو واضح کیا ہے۔

1.3 مولانا امین احسن اصلاحی کی تقسیم کے تحت شاہ صاحب کے علم المخاصمہ سے ملتے جلتے مباحث ان کے دو گروپس، گروپ نمبر دو "ملت ابراہیمی کی تاریخ اور اس کے اصول و فروع کا گروپ" اور گروپ نمبر چار "نبوت و رسالت گروپ" میں ملتے ہیں۔ نبوت و رسالت گروپ میں انبیاء کی زبانی اساسی مسائل توحید، معاد اور نبوت کی وضاحت کی گئی ہے۔ منکرین کے اعتراضات کے جوابات دئے گئے ہیں۔ اعتراض و انکار کے اسباب کی بھی نشاندھی کی گئی ہے۔ آفاق و انفس اور آثارِ کائنات کے دلائل و شواھد سے تذکیر کی گئی ہے۔ گذشتہ اقوام نے ان اساسیات کا انکار کر کے جو نقصانات اٹھائے ان کا حوالہ دے کر بھی مشرکین کی غلط فہمیوں کی تردید کی گئی ہے، اور یہ سرگذشتیں سنا کر دینِ اسلام کے معاملہ میں نبی کریم ﷺ اور انکی امت کی حالت بھی واضح کی گئی ہے۔ اگرچہ مشرکین سے متعلق آیات دیگر گروپس میں بھی ہیں، مگر وہاں عنوان غالب موضوع کی مناسبت سے ہے۔ البتہ اصلاحی صاحب کے متعین کردہ دوسرے گروپ "ملت ابراہیمی کی تاریخ اور اس کے اصول و فروع" کا انداز مشرکین کے معاملے میں شاہ صاحب کے طرزِ فکر کے مماثل ہے۔ دوسرے گروپ میں مشرکین کے سامنے توحید اور آخرت کے دلائل پیش کر کے مشرکین پر اظہارِ تعجب کیا گیا ہے، اور انکو انکی روش کے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے توحید کے ثبوت میں جو دلائل دئے ان کا بھی تذکرہ ہے۔ عقل و فطرت اور آفاق و انفس کے دلائل سے بھی دینِ ابراہیم کی وضاحت کی گئی ہے۔ تاریخی شہادتیں پیش کر کے قریش کو عبرت پکڑنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ سورہ الانعام کے عمود کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اصلاحی نے لکھا ہے:

''مخاطبین کے سامنے توحید، معاد اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کے دلائل واضح کرتے ہوئے ان کو ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر انہوں نے یہ دعوت قبول نہ کی تو اس انجام سے دوچار ہونے کے لئے ان کو تیار رہنا چاہئے۔ جس سے رسولوں کی تکذیب کرنے والی قوموں کو دوچار ہونا پڑا۔ اہل عرب چونکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد تھے ۔ اسی وجہ سے اس سورہ میں اس حجت کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے، جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تاکہ قریش پر یہ واضح ہو جائے کہ اصل دین دینِ ابراہیمی ہی ہے اور اس کے حقیقی وارث حضور ﷺ اور انکے صحابہ ہیں یا قریش ''(۳۳)

اسی طرح چوتھے گروپ کی سورہ الفرقان کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

''سورہ الفرقان کا عمود نبی کریم ﷺ اور قرآن مجید کا دفاع ہے۔ مخالفین نے جو شبہات واعتراضات قرآن اور پیغمبر پر اٹھائے ہیں وہ اس میں نقل کر کے ان کے جواب دئے گئے ہیں ساتھ ہی مخالفین کے اعتراض وانکار کے اصل محرکات کا بھی پتہ دیا ہے، اور قرآن مجید کی جن باتوں پر وہ متوحش تھے مثلاً دعوتِ توحید یا انذارِ عذاب وہ مزید دلائل سے مبرھن کی گئی ہیں'' (۳۴)

گویا کہ شاہ صاحب نے قرآن کے اتمامِ حجت کو بڑے واضح انداز میں سامنے رکھ دیا ہے۔ اور مشرکین کے ہر ہر غلط دعوے کے دلائل کے زور سے غلط ثابت کیا اور انداز کے تنوع کے ساتھ یہ پہلو باقی دونوں مفسرین کے ہاں بھی نظر آتا ہے۔

2 یہود سے مخاصمہ:

2.1 علم المخاصمہ کے تحت شاہ صاحب کے نزدیک دوسرے نمبر پر یہود سے مخاصمہ کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں یہود کے متعلق جو آیات وارد ہوئی ہیں وہ اسی موضوع کے تحت شمار کئے جانے کے لائق ہیں۔ یہود کی کلام اللہ میں تحریف کے بارے میں شاہ صاحب ابن عباس کے حوالے سے یہ نقطہءِ نظر اختیار کرتے ہیں کہ یہود اصل توراۃ میں نہیں بلکہ توراۃ کے ترجمہ وغیرہ میں تحریف کرتے تھے۔ کچھ الفاظ بدلے، کچھ چھپائے، انکا مذہبی تعصب، بدعملی،

رسالتِ محمدی سے انکار، اللہ رسول کی بے ادبی اور دیگر اخلاقی برائیاں انکا شیوہ تھیں جنکی شاہ صاحب ایک ایک کر کے وضاحت کرے ہیں۔قرآنی آیات کی روشنی میں ان موضوع کو اصولی حیثیت دے کر واضح کرتے ہیں۔شاہ صاحب یہود کی تحریف کی نشاندھی کرتے ہیں اوران کے تحریف کرنے کے اسباب کو بھی اجاگر کرتے ہیں، اور پھر حقیقتِ حال سے بھی آگاہ کرتے ہیں، مثلاً

''ازاں جملہ آں ست کہ فرق میاں متدین، کافر وفاسق جاحد در ہر ملتے بیان کردہ اند، وکافر را خلود نار وعذاب شدید اثبات نمودہ اند وفاسق را خروج از نار بشفاعت انبیاء درست کردہ اند ودر تقریر ایں معنیٰ در ہر ملتے اظہار نام متدین بآں ملت کردہ اند۔ ودر توراۃ یہودی وعبری را ایں مزلت اثبات نمودہ اند ودر انجیل نصرانی را دریں مرتبہ داشتہ اند ودر قرآن عظیم مسلماناں را ایں مزیت نہادہ اند ومناط حکم ایماں ست بخدا وروز آخرت انقیاد پیغامبری کہ برایشاں مبعوث باشد وعمل بشرائع ملت واجتناب از منہیات آں نہ خصوص ہیچ فرقہ لذاتہا۔ پس یہود دانستند کہ ہر یہودی باشد یا عبری البتہ بہشتی خواہد بود شفاعت انبیاء واخلاص خواہد ساخت وجز چند روز دوزخ نخواہد ماند۔ اگر چہ مناط حکم متحقق نہ شود بخدا بوجھے اوردہ باشد کہ صحیح نو بود واز ایماں باخرت وبرسالت پیغمبری مبعوث باشاں خطے ادراک نہ کردی باشد وایں خلط صرف است وجہل محض''(۳۵)

(اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ہر مذہب میں فاسق و دیندار اور کافر و منکر کا باہمی فرق بتایا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافروں پر بڑا سخت عذاب ہوگا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے البتہ فاسقوں کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ انبیا کی شفاعت کے ذریعے عذاب سے نجات پالیں گے اس حقیقت کے اظہار کے لئے ہر مذہب نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں جو اس دین کے ماننے والے تھے چنانچہ تورات میں یہ مرتبہ یہودی اور عبری کو بخشا گیا ہے اور انجیل میں نصرانی کو اور قرآن پاک میں مسلمان کو یہ شرف عطا ہوا ہے لیکن ان تمام کتابوں میں ان الفاظ سے صرف وہی لوگ مراد ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان

رکھتے ہوں اور اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہوں شریعت کے احکام پر عمل
کرتے ہوں اور ممنوعات اور محرمات سے دور رہتے ہوں یہاں ان الفاظ اور
اصطلاحات سے کوئی خاص فرقہ مراد نہیں ہے لیکن یہودیوں نے یہ سمجھ لیا کہ
صرف یہودی اور عبری ہی جنت میں جائیں گے اور انبیا کی شفاعت صرف نہیں
کو عذابِ جہنم سے نجات دلائے گی اور اگر وہ جہنم میں گئے بھی تو چند دنوں سے
زیادہ وہ وہاں نہ رہیں گے، گو مدارِ حکم بھی موجود نہ ہو اگرچہ وہ خدا پر صحیح طور پر
ایمان بھی نہ رکھتے ہوں اور آخرت اور رسالت پر انکا ایمان بھی نہ ہو۔ لیکن ان کا
یہ سمجھنا محض جہالت اور حماقت ہے)۔

شاہ صاحب کے درج بالا بیان سے یہود کے بارے میں انکا نقطہ ءنظر واضح ہے، یعنی قرآن مجید یہود کی ایک دوسری خامی یہ بتاتا ہے کہ انہوں نے اللہ کی پسند و ناپسند کو اپنے نام یعنی یہودی ہونے اور نہ ہونے کے ساتھ مخصوص کرلیا تھا، جبکہ قرآن مجید اس تصور کی تردید کرتا ہے۔ کہ اللہ کی پسند و ناپسند انسانوں کے اعمال کے ساتھ وابستہ ہے نام کیساتھ نہیں۔ اسی طرح شاہ صاحب کے نزدیک قرآن مجید نے یہود کی مزید گمراہیوں کو تحریف (۳۶)، کتماں آیات (۳۷)، افتراء باللہ (۳۸)، مباہلہ (۳۹) کی شکل میں تفصیلاً یا اجمالاً بیان کیا ہے، انکے اعتراضات کی بے وقعتی کو واضح کیا گیا ہے اور پھر ان کے جوابات دئے گئے ہیں۔ شاہ صاحب اس کے بعد قرآن مجید کی روشنی میں رسالت کے حدود و فرائض پر روشنی ڈالتے ہیں شریعتوں کے اختلاف کی نوعیت واضح کرتے ہیں اور زمانہءحال میں یہودی علماء کے نمونے سے آگاہ کرتے ہیں۔

2.2 سید مودودی اہل کتاب کے ساتھ سلوک کے بارے میں ایک عنوان دعوت کے تیسرے مرحلے میں متعین کرتے ہیں۔ اہل کتاب کے ساتھ سلوک کا معاملہ ہجرت مدینہ کے بعد پیش آیا، جب مسلمانوں کو یہود کے ساتھ مناسب روش اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اختیارات یا تجارت وغیرہ انکا اجارہ نہیں ہے۔ سید صاحب کے بقول یہ بتایا گیا ہے کہ یہود کی ناراضگی کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ ان کے صالح عنصر کا رویہ اس بات کا ثبوت ہے کہ علمائے یہود کی حق پوشی، ناجائز اعتراضات، اخلاقی برائیوں، حضرت محمد ﷺ کی تحقیر، کتمانِ حق، شرک، صدقات میں بدنیتی، جبت و طاغوت، التباسِ حق و باطل، اعترافِ حق میں بخل اور حسد و تعصب میں انکو تنبیہ ہے، اور سزا کا اعلان کیا گیا ہے۔ انکی ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا ہے اور بدترین انجام کی خبر دی ہے۔

سورہ المائدہ کے دیباچے میں سید صاحب لکھتے ہیں۔''یہود کا زوراب (صلح حدیبیہ کے قریبی زمانے میں) ٹوٹ چکا تھا اور شمالی عرب کی تمام یہودی بستیاں اب مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ چکی تھیں۔اس موقع پر انکو ایک بار پھر انکے غلط رویے پر متنبہ کیا گیا اور انہیں راہ راست پر آنے کی دعوت دی گئی ہے''(۴۰)۔

اسی طرح آیت کی تشریحات کے دوران ان تمام امور کو وضح کرتے ہیں مثلاً

''وَلَوْ آمَنَ اَهْلَ الْكِتَابِ ... مُحِيْط ''(۴۱)

اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔اس رکوع میں ان کے ایمان سے شروع کر کے ان کے اندر کے مختلف گروہوں اور ان کے مختلف رویّوں کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان سے برتاؤ کی ہدایات بھی دی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور فیصلوں کی خبر بھی دی ہے۔اس آیت کے ضمن میں مولانا کی تشریح کا خلاصہ درج ذیل موضوعات سے سمجھا جا سکتا ہے

یہود کی سزا، انکی صدقات و خیرات کی حقیقت، منافق و یہود سے دوستی ناجائز، انکا اعتراض بے جا ہے، اہل کتاب کو آگاہی، کوئی انکا ولی نہ ہوگا، اصل توراۃ و انجیل پر ایمان کی دعوت، اہل کتاب کی خام خیالی (۴۲)

2.3 مولانا اصلاحی کے مطابق یہود کے صالحین ومفسدین کے رویوں کی وضاحت نبوت و رسالت گروپ میں کی گئی ہے۔اسی گروپ میں یہود کو انکے رویہ پر تنبیہ اور مسلمانوں کو ان کے تکالیف دینے کے مقابلے میں صبر و ثبات کی تلقین کی گئی ہے اور مخالفین کے بالآخر پامال ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔اس کے علاوہ اصلاحی صاحب نے ملت ابراہیمی کی تاریخ اور اس کے اصول وفروع'' کے گروپ میں بھی یہود سے متعلق جن آیات کا تعین کیا ہے وہ شاہ صاحب کے علم المخاصمہ سے مطابقت رکھتی ہیں۔اس میں تبلیغ اور زجر و توبیخ کے علاوہ جنگ اور جزیہ کے احکامات بھی بیان ہوئے ہیں۔مثلاً سورہ النمل کے دیباچے میں لکھا ہے:

''اس سورہ میں ان (بنی اسرائیل) کے صالحین ومفسدین کا رویہ نسبتاً وضاحت سے زیر بحث آیا ہے۔حضرت موسیٰ کی سرگذشت حضورﷺ کو اس مقصد سے سنائی گئی ہے جس مقصد سے سورہ یوسف کہ اس آئینہ میں اچھی طرح دیکھ لیں۔۔۔قریش پر واضح کیا ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔اسی طرح اس نے اس پیغمبر اور اس کتاب کو

تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تاکہ تم پر اللہ کی ہدایت واضح ہو جائے، اور تمہارے پاس گمراہی پر جمے رہنے کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔۔بنی اسرائیل پر یہ حقیقت واضح فرمائی کہ اگر محمد اللہ کے رسول نہ ہوتے تو کس طرح ممکن تھا کہ حضرت موسیٰ کی زندگی کے ان گوشوں سے بھی واقف ہوتے جن سے تم بھی صحیح صحیح اور تفصیل کے ساتھ واقف نہیں ہو'' (۴۳)

اسی طرح دیگر اختلافی امور اور یہود سے متعلقہ دیگر معاملات کے بارے میں مولانا اصلاحی نے تشریحات کی ہیں۔

3 مسیحیوں سے مخاصمہ:

3.1 شاہ صاحب اپنے رسالہ اصول تفسیر میں علم المخاصمہ کے تحت تیسرے گروہ یعنی عیسائیوں کے بارے میں قرآن مجید کے مضامین کو بیان کرتے ہیں۔ان کے مطابق قرآن ان کے اشکالات کو بیان کر کے ان کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتا ہے ۔مثلاً شاہ صاحب ان کے ابنیتِ مسیح کے اشکال کی توجیہ بیان کرتے ہیں(۴۴)۔رفعِ عیسیٰ کے متعلق بھی ان کے غلط عقیدے کی وضاحت کی (۴۵)۔فارقلیط (۴۶) کے غلط تعین کرنے کی نشاندہی کی۔

شاہ صاحب موجودہ زمانے میں عیسائیوں کے نمونوں کی نشاندھی کرتے ہیں، پھر بنیادی عقائد کے بارے میں انکی گمراہیاں اور غلط فہمیاں ذکر کر کے ان کی تردید کرتے ہیں اور آخر میں موجودہ زمانہ میں عوام الناس کو عیسائیوں کی سی روش سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں مثلاً فرماتے ہیں

''اگر خواہی کہ نمونہ آں ازیں فریق ملاحظہ کنی امروز اولاد مشائخ واولیا را تماشا کن ۔ درحقِ آبائیچہ ظنون رند وتا کجا کشیدہ بردہ اندر (وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون)'' (۴۷)۔

(اگر آپ اس قوم کا صحیح نمونہ خود دیکھنا چاہتے ہوں تو گذشتہ دور کے بزرگوں اور اولیا اللہ حضرات کی اولاد کو ملاحظہ فرمائے اور دیکھئے کہ انہوں نے اپنے آباء کو کیا کیا مراتب نہیں دے رکھے اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو درحقیقت تو خدا نہیں کہتے مگر وہ ان میں جن صفات کو دعویٰ کرتے ہیں انہیں خدا سے پست

بھی نہیں ہونے دیتے)

قرآن مجید کی آیت کی روشنی میں شاہ صاحب موجودہ زمانہ میں امت محمدی کو عیسائیوں کی سی روش سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں اور عملی مثالوں کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

3.2 سید مودودی تیسرے مرحلے میں نصاریٰ کے مضمون کی جگہ متعین کرتے ہیں۔ان کے طرز فکر کے مطابق قرآن میں نصاریٰ کو اصل انجیل پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔اہل کتاب سے تعلق کی نوعیت بیان کی گئی ہے۔انکے ساتھ قیام وطعام، نکاح اور ذبیحہ کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

3.3 مولانا اصلاحی نبوت ورسالت گروپ میں ہی گذشتہ انبیاء کے تذکروں کے ذریعے نصاریٰ کے بارے میں صحیح رویہ سے آگاہ کرتے ہیں اور عیسائیوں کے بارے میں وارد ہونے والی آیت سے مولانا ان سے برتاؤ کے لئے ہدایات اخذ کرتے ہیں۔ بالخصوص سورہ الفرقان کا عمود قرآن مجید کا دفاع ہے۔اس سلسلے میں نصاریٰ کے شبہات جو پیغمبر اور قرآن مجید کے خلاف اٹھائے گئے ہیں ان کی تردید کی گئی ہے۔اور اس سلسلے میں دلائل سے وضاحت کی گئی ہے۔

4 منافقین کے ساتھ مخاصمہ:

4.1 شاہ صاحب نے منافقین کے گروہ اور انکے عقائد کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ قرآن مجید میں منافقین کے پیدا کئے گئے شبہات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے اعتراضات کے جوابات ذکر کئے گئے ہیں ۔شاہ صاحب نے عہدِ نبوی میں عملی اور اعتقادی نفاق کی نشاندہی کی ہے۔اعتقادی نفاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نبی کریم کو آگاہ فرما دیا کرتے مگر انکے خیال میں چونکہ اب قلبی معاملات تک رسائی ممکن نہیں اس لئے اس کا معاملہ وہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں البتہ عملی نفاق کے حوالے سے عہد بنوی کے منافقین کے رویوں سے بھی مثالیں پیش کرتے ہیں شاہ صاحب نے منافقین کی مختلف اقسام ذکر کی ہیں (۴۸) اور عصرِ حاضر میں اس سے آگاہ ہونے کے لئے رہنمائی بھی کرتے ہیں۔احادیث کی روشنی میں بھی شاہ صاحب علاماتِ نفاق کی وضاحت کرتے ہیں۔شاہ صاحب نے نشاندہی کی ہے کہ منافقین کے شکوک وشبہات کی مختلف وجوہات تھیں اور غالب وجہ یہ تھی کہ بحثیتِ بشر ایک نبی کو عام انسانوں سے بالاتر سمجھنا ان کے لئے مشکل ہو رہا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ ساتھ فرمانروا بھی تھے (۴۹)۔لہٰذا ان کی مادی اغراض ان کے درست فہم کے راستے میں حارج ہو رہی تھیں۔اس پس منظر کو واضح کرتے ہوئے انکا مقصد موجودہ زمانے میں منافقین کے نمونوں سے آگاہ کرنا ہے اور وہ واضح کرتے ہیں کہ اس

باب میں اہل ایمان کو ان سے برتاؤ کے لئے صحیح رویہ کی ہدایت دی گئی ہیں۔اس مقصد کے لئے شاہ صاحب نفاق کے اسباب اور اقسام کی وضاحت کرتے ہوئے اس سلسلے میں ہمارے لئے ہمارے فریضے کی وضاحت کرتے ہیں:

4.2 سید مودودی کی فکر کے مطابق منافقین سے متعلق جو ہدایت نازل ہوئی ہیں ان میں منافقانہ تصور اسلام کی نفی کی گئی ہے۔اہل ایمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ مومن ومنافق میں تمیز کریں۔ان کی منافقانہ روش کی پردہ دری کی گئی ہے۔پھر غیر اللہ کی بندگی کو منافقت کا ثبوت قرار دیا گیا ہے۔صحیح اسلام کی تعریف یہ بتائی کہ اسلام پر ہر رشتہ کو ترجیح نہ دینا منافقت ہے۔اس کے علاوہ اس امر کی بھی وضاحت ملتی ہے کو جو منافقین اپنے سازشی عزائم کو حفیہ بھی نہ رکھیں اور علی الاعلان نقصان پہنچانے پر اتر آئیں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔گویا محارب منافقین کے ساتھ معاملہ کے لئے ہدایت دی گئی ہیں۔پھر منافقین کے بارے میں قانونی مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔منافقین کی نفسی کیفیت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔اس کے علاوہ منافقین کی گمراہی کے اسباب بھی بیان کئے گئے ہیں۔منافقت کو پہچاننے کی علامات بھی ذکر کی گئی ہیں اور فتح یا ناکامی کی صورتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔منافقین کی ظاہری بھلائیوں کی قلعی کھولی گئی ہے۔منافقت کا انجام بھی بیان کیا گیا ہے اور دنیا میں منافق سے برتاؤ کے لئے ہدایات بھی دی گئی ہیں۔یہ موضوع سید صاحب نے تحریک کے تیسرے مرحلے میں متعین کیا ہے، مثلاً سورہ النساء کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> ''منافقین کے مختلف گروہ مختلف طرزِ عمل رکھتے تھے۔اور مسلمانوں کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کس قسم کے منافقوں سے کس قسم کا معاملہ کریں۔ان سب کو الگ الگ طبقوں میں تقسیم کر کے ہر طبقہ کے منافقوں کے متعلق بتا دیا گیا کہ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جانا چاہئے''(۵۰)۔

منافقین سے متعلقہ آیات کے ضمن میں مولانا کی تشریحات سے انکا طرز فکر بخوبی سامنے آجاتا ہے خوف طوالت کے باعث مولانا کی تشریحات کی طرف ممکنہ موضوع سے اشارہ کیا جائے گا مثلاً:

> ''اَفَاِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ ... الشّٰكِرِيۡنَ''(۵۱)۔
>
> تو کیا وہ وفات پا گئے یا قتل کر دئے گئے تو تم پیٹھ پیچھے پھر جاؤ گے۔جو پیٹھ پیچھے پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر گزاروں کو صلہ عطاء فرمائے گا۔

اس مضمون کی وضاحت سید صاحب نے منافقانہ تصور اسلام کی

تردید(۵۲) کے عنوان سے کی ہے۔ یعنی اگر لوگ محض محمد ﷺ کی موجودگی کی
وجہ سے اس تحریک میں شمولیت گوارا کرتے ہیں تو ایسا اسلام بے وقعت ہے۔

4.3 مولانا اصلاحی کے نقطہ نظر سے نبوت و رسالت گروپ میں ہی منافقین کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ بعض مقامات پر بالخصوص سورہ احزاب میں واضح احکام ہیں۔ جبکہ منافقین و منافقات نے بعض مفاسد کی قرآنی اصلاحات کا بہانہ بنا کر؛ جو کہ عرب معاشرہ میں عام تھے، اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم چلا رکھی تھی۔ اس گروپ میں منافقین کے پھیلائے ہوئے فتنوں کی طرف اشارات والی آیات بھی شامل ہیں۔ منافقین کی خصوصیت کو آیات کی تشریحات کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ پھر ان پر تفصیلی تبصرہ کے بعد آیات قرآنی کی رو سے ان کے بارے میں حتمی فیصلہ ذکر کیا گیا ہے؛ کہ انکا محاسبہ کیا جائے۔ مولانا اصلاحی اس پہلو کو بالکل واضح انداز میں بیان کرتے ہیں کہ قرآن نے ان کے سامنے دو راہیں کھلی رکھی ہیں یا تو اخلاص عقیدہ و عمل اختیار کریں، یا پھر جس کے ساتھ قلبی طور پر وابستہ ہیں ان کے ساتھ ان کے انجام میں شریک ہو جائیں۔ اس کے علاوہ شریعت گروپ کی سورہ النساء میں بھی منافقین کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ انکی پہچان کرانے کے لئے ہدایت اور اشارات دئے گئے ہیں۔

شاہ صاحب نے اپنے رسالہ اصول تفسیر میں یہود، عیسائی، مشرکین اور منافقین کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ بنیادی باتیں قرآن مجید کے حوالے سے بیان کی ہیں۔ ان کے فہم کے مطابق دیگر گمراہ فرقوں سے مخاصمہ کی صورت یہ ہے جو انہوں نے بیان کی۔ البتہ ایک نقطہ جو شاہ صاحب نے خصوصاً بیان کیا اور بہت اہمیت کا حامل ہے، وہ یہ ہے کہ ؛ جس طرح وہ منافقین کے معاملے میں زمانہءِ حال میں امتِ مسلمہ کے لئے لائحہ عمل مرتب کرتے ہیں اور دور نبوی کے منافقین کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق آج کے منافقین پر کرتے ہیں اسی طرح سید مودودی بھی قرآن میں یہ آفاقیت اور عالمگیریت تلاش کرتے ہیں۔ سید مودودی کے ہاں یہ چیز نمایاں ہے کہ وہ گمراہ فرقوں کی تردید اور انکے عقائد کے بارے میں محض استدلال ہی نہیں کرتے بلکہ انکو مقابل گروہ کے طور پر خصوصی اہمیت دیتے ہیں، کیونکہ یہ ان کے نزدیک قرآن کے بنیادی مقصد کا تقاضا ہے۔ دور حاضر کے منکرین کی الجھنوں کے حل بھی نہایت وضاحت سے پیش کرتے ہیں تا کہ کوئی حجت باقی نہ رہے۔ مولانا اصلاحی صاحب نے بھی بنیادی تعلیم کو بیان کیا ہے، مگر ان مشترک پہلوؤں کے علاوہ ان کے ہاں ایک منفرد پہلو یہ ہے کہ مولانا اصلاحی نے مشرکین کی گمراہیاں ، گمراہیوں کی تردید، گمراہیوں کے اسباب اور نتائج بیان کرنے کے علاوہ ان کی موجودہ اخلاقی حالت بیان کی ہے اور اس کو نمایاں انداز میں پیش کیا ہے۔ مولانا دین ابراہیمی کی وضاحت میں شاہ صاحب سے مماثلت رکھتے ہیں۔

درج بالا موضوعات پر ان مفسرین کے اندازِ بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تفاسیر عصر حاضر میں معاشرتی معاملات کے لئے راہنمائی بھی فراہم کرتی ہیں اور قرآن مجید کی جامعیت سے بھی روشناس کراتے ہوئے درست فہم سے بھی آگاہ کرتی ہیں۔ مخاصمہ کے قرآنی منہج کی جو وضاحت یہ تفاسیر مہیا کرتی ہیں ان سے خصوصاً ''محاورہ اور مکالمہ'' کے تناظر میں اہل کتاب اور دیگر فرقوں سے معاملات کے لئے قرآن مجید کی ہدایات کے کئی نئے رخ سامنے آئیں گے۔ مثال کے طور پر نظریاتی اعتبار سے قرآن مجید کا سب سے زیادہ بعد مشرکین سے ہے، مگر مکالمہ میں ان کے بھی جذبات کو مجروح نہیں کیا بلکہ عقل کو اپیل کیا ہے یعنی کہ تنقید عقلی بنیاد پر کی جائے نہ کہ الزامی بنیاد پر۔ جیسا کہ ارشاد ہے

''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ''(۵۳)

اور (اے ایمان والو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

ایک طرف یہ وسعت نظری ہے۔ اسی طرح اہل کتاب کو کہا گیا

''قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰه''(۵۴)۔

آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیاں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

مگر اصولی اور نظریاتی بنیادوں پر کوئی فرق نہ کرنے کی واضح ہدایات ہیں۔ جیسا کہ یہود، نصاریٰ اور مشرکین اپنے نظریات و اعمال کی درستی کی دلیل کے لئے حضرت ابراہیمؑ کا حوالہ استعمال کرتے تھے تو نہایت واضح انداز میں فرما دیا گیا

''مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًا وَلَا نَصْرَانِيًا وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُسْلِمًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ''(۵۵)۔

ابراہیمؑ ہرگز یہودی یا نصرانی نہیں تھے بلکہ راست رو مسلمان تھے۔ اور وہ مشرکوں میں سے ہرگز نہ تھے۔

باوجود یہ کہنے کے کہ یہ آخری دین ہے انداز تحکمانہ نہیں بلکہ حکیمانہ ہے۔ اسی اسلوب کو ان مفسرین نے واضح کیا ہے۔

پس علم تفسیر اور اصول تفسیر کے کام کو آگے بڑھاتے وقت پہلے سے ہونے والے کام کو پیش نظر رکھا جانا چاہیئے۔مثلاً مضامین قرآن کے حوالے سے ایک طریقہ گمراہ فرقوں کو بنیادی حیثیت دے کر خطاب کا سامنے آیا جو کہ شاہ صاحب کا اسلوب ہے۔دوسرا دعوتی اور تحریکی طریق خطاب ہے اور اسلامی نظام کے قیام کا چیلنج ہے اور اس میں برسر موقع گمراہ فرقے کی در پیش گمراہی کے ساتھ مناسب رویہ اختیار کرنے کا اسلوب ہے؛ جو کہ سید صاحب کا اسلوب ہے۔تیسرا اسلوب قرآن مجید کی توقیفی ترتیب کے حوالے سے ہے اور یہ مولانا اصلاحی کا اسلوب ہے۔عصر حاضر میں یہ اسالیب حسب موقع غیر مسلوں سے مکالمے(interfaith dialogue) کی بنیاد بن سکتے ہیں۔نیز ہر فرقے کی گمراہی کا عصر حاضر پر اطلاق تو گو تینوں مفسرین نے کیا ہے،(جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے مشرکین کا نمونہ عصر حاضر کے جہلاء اور عوام کو قرار دیا ہے۔یہود کی خرابیاں مسلمان علماء میں پائی جاتی ہیں۔عیسائیوں کا نمونہ انہوں نے اولیاء اللہ کی اولادوں کو قرار دیا ہے اور منافقین کا نمونہ انہوں نے امراء اور رؤساء کے حوالیوں اور مصاحبوں میں قرار دیا ہے)مگر عصر حاضر کے گمراہ فرقوں کے لئے مناسب رویہ اور برتاؤ کے لئے ضروری ہدایات سید مودودی اور مولانا اصلاحی فراہم کرتے ہیں؛ یہ پہلو ان دونوں سے اخذ کیا جائے اور ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے تفسیر کے سلسلے میں مساعی سرانجام دی جائیں تا کہ فہم قرآن میں عصر حاضر کے حوالے سے مزید سہولت پیدا ہو سکے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ علم اصول تفسیر پر پہلی جامع کتاب امام جلال الدین سیوطی کی قرار دی جاسکتی ہے، اگر چہ ان سے پہلے امام ابن تیمیہ نے بھی ایک رسالہ اس موضوع پر تحریر کیا اور دیگر علماء نے بھی اس پر توجہ کی اور کچھ عرصہ بعد امام بدرالدین زرکشی نے ''البرھان فی علوم القرآن'' تحریر کی اور اس کے بعد امام سیوطی نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' تصنیف کی۔
السیوطی، جلال الدین، علامہ: الاتقان فی علوم القرآن، الطبعۃ الثانیہ: المطبع امیر منشورات الراضی، بیدار عزیزی: ۱۳۹۳ھ، الجزالاول، ص ۸،۹:۱۔

۲۔ دہلوی، ولی اللہ شاہ: الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، فرید بک ڈپو، مٹیا محل دہلی نمبر ۶ ص ۹،۱۰۔

۳۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تفسیر کے مقدمے میں تعلیماتِ قرآنی کو درج ذیل تین مراحل میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا مرحلہ:

اس مرحلے میں جو آیت نازل ہوئیں وہ تین قسم کے مضامین پر مشتمل ہیں

۱۔ پیغمبر کے لئے دعوت کے بارے میں ہدایات

۲۔ حقیقت نفس الامری کے بارے میں معلومات اور غلط فہمیوں کی تردید

۳۔ صحیح رویہ کی دعوت اور فلاح و سعادت کے لئے بنیادی اصولِ اخلاق کا بیان

دوسرا مرحلہ:

اس مرحلے کے بنیادی مضامین دو ہیں اور پھر ان کے کچھ ضمنی مضامین ہیں

۱۔ اہل ایمان کے لئے ہدایات

ا۔ مومنین کے ابتدائی فرائض

ب۔ جماعتی شعور کا ابھارنا

ج۔ تقویٰ، فضیلتِ اخلاق اور پاکیزگیٔ سیرت کی تعلیم

د۔ کامیابی کے وعدوں اور بشارتوں سے ہمت افزائی

ر۔ صبر و ثبات بلند حوصلگی اور راہ خدا میں جدو جہد کی تعلیم

ز۔ تبلیغِ دین کے طریقوں کی تعلیم

س۔ فداکاری کا جوش اور ولولہ

۲۔ منکرین کے نظریات کی تردید اور انکے رویہ کے موافق انذار اور استدلال

ا۔ شرک، دعویٰٔ خودمختاری، انکارِ آخرت اور تقلیدِ آباء کی بین دلائل سے تردید

د۔ کامیابی کے وعدوں اور بشارتوں سے ہمت افزائی

ر۔ صبر و ثبات بلند حوصلگی اور راہ خدا میں جدو جہد کی تعلیم

ز۔ تبلیغِ دین کے طریقوں کی تعلیم

س۔ فداکاری کا جوش اور ولولہ

ب۔ اعتراضات کے جواب اور الجھنوں کے حل

ج۔ غافلین، مخالفین اور منحرفین کو سابقہ اقوام کے انجام سے انذار اور گزشتہ آبادیوں کے انجام سے عبرت

د۔ توحید و آخرت کے کھلی نشانیوں سے دلائل

ر۔ خدا کے غضب، قیامت اور جہنم کا خوف

ز۔ غلط طرز زندگی، برے اخلاق اور جاہلانہ رسوم اور مومن آزاری پر ملامت۔

تیسرا مرحلہ:

تیسرے مرحلے میں درج ذیل مضامین پر مشتمل ہدایات شامل ہیں

۱۔ صالح معاشرہ کی تعمیر کے لئے ہدایات

۲۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے لئے اصول وضوابط

۳۔ منافقین سے برتاؤ کے بارے میں ہدایات

۴۔ اہل کتاب سے تعلقات کی نوعیت

۵۔ ذمیوں سے سلوک

۶۔ محاربین اور معاہدین سے طرز عمل

۷۔ فرائضِ خلافت کی انجام دہی کے بارے میں ہدایت

مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور: ۱۹۸۲ء، ج ا، ص ۲۱۔۳۳۔

۴۔ مولانا اصلاحی نے قرآن کریم کو درج ذیل سات گروپوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ شریعت گروپ: (ازسورہ فاتحہ مکیہ تا المائدہ مدنی)

۲۔ ملت ابراہیمی کی تاریخ اور اس کے اصول وفروع کا گروپ

اس گروپ کا آغاز سورہ الانعام مکی سورت سے ہوتا ہے اور اختتام سورہ الانفال مدنی سورہ پر ہوتا ہے

۳۔ کشمکش حق و باطل اور سنن الٰہیہ گروپ

اس گروپ میں سورہ یونس تا مومنون چودہ سورتیں مکی ہیں اور گروپ کی آخری سورت النور مدنی ہے۔

۴۔ نبوت ورسالت گروپ

اس گروپ میں سورہ الفرقان سے سورہ السجدہ تک مکی سورتیں ہیں اور آخری سورہ الاحزاب مدنی ہے۔

۵۔ توحید گروپ

اس گروپ میں سورہ سبا تا سورہ الاحقاف تیرہ سورتیں مکی ہیں اور آخری تین سورتیں مدنی ہیں۔

۶۔ بعث ونشور گروپ

یہ گروپ سورہ ق سے سورہ مریم تک ہے سورہ ق مکی ہے اور آخری سورہ مریم مدنی ہے۔

۷۔ منذرات گروپ

اس گروپ کا آغاز سورہ ملک سے ہوتا ہے جو مکی ہے اور اختتام سورہ الناس پر ہوتا ہے جو مدنی ہے۔

اصلاحی، امین احسن، مولانا: تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۱۹۹۸، ج ا،ص :۲۵۔
۵۔ قرآن کریم کی وہ ترتیب جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق پیش کی۔
۶۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، الجز الثانی عشر، ص ۱۴۸: دار احیاء التراث العربی: ۱۹۸۸ء۔
۷۔ راغب اصفہانی، علامہ: المفردات القرآن، ص ۲۷۱: اہل حدیث اکادمی لاہور: ۱۹۷۱ء۔
۸۔ الرازی، فخر الدین، امام: مفاتیح الغیب، المعروف بہ التفسیر الکبیر، دار الفکر بیروت، الجز التاسع والعشر ون، ص ۲۵۰
۹۔ القرآن، النمل: ۴۵
۱۰۔ مفاتیح الغیب، الجز الرابع والعشر ون، ص ۲۰۲
۱۱۔ الفوز الکبیر، ص ۲۰
۱۲۔ اصلاحی امین احسن، مولانا: تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور: ۱۹۹۸ء، ج ۵، ص ۶۱۱۔۳
۱۳۔ اصلاحی امین احسن، مولانا: تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور: ۱۹۹۸ء، ج ۲، ص ۳۷۸۔
۱۴۔ راغب اصفہانی، علامہ: المفردات القرآن، مترجم مولانا محمد عبدہ: اہل حدیث اکادمی لاہور: ۱۹۷۱ء، ص ۳۰۰۔
۱۵۔ القرآن، المجادلہ: ۱
۱۶۔ مفاتیح الغیب، الجز الحادی عشر، ص ۳۴
۱۷۔ القرآن، الکہف: ۱۹
۱۸۔ الزمخشری، محمود بن عمر: الکشاف عن حقائق وغوامض التنزیل: الجز الثانی، ص ۲۱۷:
۱۹۔ ولی اللہ شاہ دہلوی: الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، فرید بک ڈپو ۴۲۲۔ٹیالہ محل، دہلی نمبر ۶، ص ۴۰، ۴۱
۲۰۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص ۱۴
۲۱۔ انسانی صفات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔ جیسا کہ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کے لئے دنیاوی حکمرانوں کی طرح سے منفی ومثبت صفات متعین کرتے تھے۔
۲۲۔ کسی چیز کو اس کی اصل حقیقت سے بدل دینا جیسا کہ مشرکینِ عرب نے دینِ ابراھیمی کو اس کی اصل حقیقت کے بالکل برخلاف رائج کر رکھا تھا۔
۲۳۔ تفہیم القرآن، ج ا، ص ۲۱۔
۲۴۔ ایضاً ص ۱۶

۲۵۔ ایضاً ص۲۰،۲۱

۲۶۔ القرآن،النحل:۱۲۰

۲۷۔ القرآن،فاطر:۴۰

۲۸۔ القرآن،الانبیاء:۲۵۔

۲۹۔ القرآن،الانعام:۴۷

۳۰۔ تفہیم القرآن،ج۴،ص۶

۳۱۔ القرآن،الزمر:۳

۳۲۔ تفہیم القرآن،ج۴ ،ص۳۵۷،۳۵۸

۳۳۔ تدبرقرآن،ج ۳،ص ۱۰

۳۴۔ تدبرقرآن،ج۵ ،ص ۴۳۹

۳۵۔ الفوزالکبیر ،۲۴،۲۵

۳۶۔ یہودِبنی اسرائیل توراۃ کے ترجمہ کواس کے مفاہیم سے بالکل الٹ دیا کرتے اور فاسد تاویل کیا کرتے۔

۳۷۔ کتمان کومطلب چھپانا ہے۔یعنی یہودایسی آیات کوان کے دنیاوی مفادات کے موافق نہ ہوتیں ان کوعوام کے سامنے نہ آنے دیتے۔

۳۸۔ یعنی اپنی طرف سے احکام گھڑنااورانکواللہ کی طرف سے نازل شدہ حکم کی حثیت سے ظاہر کرنا۔

۳۹۔ تساھل،لاپروائی۔ یہودتوراہ کے حکم اِلٰہی ہوحے کویقین رکھنے کے باوجوداس پرعمل محض لاپروائی کی وجہ سے نہ کرتے۔

۴۰۔ تفہیم القرآن،ج ا،ص ۲۲۸

۴۱۔ القرآن،آل عمران:۱۱۰

۴۲۔ تفہیم القرآن،ج ا،ص ۲۴۱۔۲۴۳

۴۳۔ تدبرقرآن، ج۵،ص ۴۳۲

۴۴۔ واضح کیا کہ اگرانجیل کی بعض آیات میں بیٹے کالفظ مقرب اورمحبوب کے معنوں میں ہےاوردوسراموجودہ توراۃ بھی محرف شدہ ہے۔

۴۵۔ یعنی انہوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل کے مغالطے کاشکارہوگئے۔

۴۶۔ انہوں نے فارقلیط موعودآنضرتﷺ کے بجائے حضرت عیسیٰ کوقراردیا۔

۴۷۔ الفوزالکبیر،ص ۳۵

۴۸۔ الفوزالکبیر،ص۴۰

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ تفہیم القرآن،ج ۱،ص ۳۱۸

۵۱۔ القرآن،ال عمران:۱۴۴

۵۲۔ تفہیم القرآن،ج ۱،ص ۲۹۱

۵۳۔ القرآن،الانعام:۱۰۸

۵۴۔ القرآن،ال عمران:٦۷

۵۵۔ القرآن،ال عمران:٦۴